ایمانی حمیّت اور جنگِ زرگری

سید اسعد گیلانی

مال و دولت ایمان کے منافی نہیں ہے، لیکن کثرتِ مال ایمان کی بہت بڑی آزمائش ضرور ہے، جو خدمتِ دین فقر و فاقہ کی حالت میں انجام پاتی ہے وہ خوشحالی اور کشادگی میں سرانجام نہیں پاتی۔ ہر تحریک میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ کثرتِ زر کی موجودگی میں ایک انسان صرفِ مال ضرور کر لیتا ہے لیکن جسم و جان کی توانائیاں نصب العین کے لیے کھپانا اس کے لیے دشوار تر ہو جاتا ہے۔ پھر وہ نصب العین جو تحریک کی صورت میں وقت، محنت اور سوچ بچار کا تقاضا کرے اس کے تقاضے پورے کرنا اس لیے بھی دشوار ہوتا ہے کہ یہی تقاضے حصولِ مال کی جدوجہد بھی کرتی ہے۔

کسی نصب العین کے لیے اجتماعی طور پر ایک منظم، مسلسل اور متحرک جدوجہد کا نام ہی تحریک ہے۔ نظم، تسلسل اور حرکت کے بغیر کوئی جدوجہد تحریک نہیں کہلا سکتی۔ ایک جامد فرقہ اور ایک جاندار انقلابی گروہ کا بنیادی فرق یہی تین اجزا ہوتے ہیں۔

اجتماعیت، ایک تحریک کی جسم و جان ہوتی ہے۔ اگر آج کسی نصب العین کی خدمت کا اعلان ایک زبان، دو ہاتھوں اور دو قدموں نے کیا ہے، تو وہ نصب العین اور وہ اعلان اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ کچھ اور زبانیں بھی اس کے لیے بولیں، کچھ اور ہاتھ بھی آگے بڑھیں، اور کچھ اور قدم بھی اس راہ کے کانٹوں سے آشنا ہوں، جب تک یہ نہیں ہوتا کسی تحریک کو "فتح مکہ" تو کیا کوئی "معرکۂ بدر" بھی پیش نہیں آسکتا۔

چنانچہ ہر تحریک چاہے وہ کسی مقصد کے لیے بھی برپا ہوئی ہو، بہرحال وہ نظم چاہتی ہے، حرکت چاہتی ہے تسلسل چاہتی ہے اور ایک اجتماعی جدوجہد چاہتی ہے، جدوجہد صوفے پر بیٹھ کر چائے پینے اور اشعار گنگنانے کا نام نہیں ہے، جدوجہد کمروں میں بیٹھ کر نکمی فضول گوئی یا بحث مباحثے کا نام بھی نہیں اور نہ

ہی بہ سال چھ ماہ میں کسی لگے بندھے پروگرام میں شرکت کا نام ہے بلکہ جدوجہد تو مسلسل کوشش، اور رکاوٹوں کو روندتے ہوئے آگے بڑھنے اور اپنے نصب العین کی راہ میں ہر رگڑ سہنے، ہر زخم برداشت کرنے اور ہر نوکِ سناں کو اپنے سینے پر لینے کا نام ہے۔ یہ ایک شدید اجتماعی لگن ہے اور اس لگن کے لیے اپنا ہر فائدہ سرِ بازار ٹھکرا دینا ہی خلوصِ مقصد کا واحد معیار ہے۔ ہر بلند نصب العین اپنے پیرو سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کی دوسری تمام دلچسپیوں اور چھوٹے بڑے مقاصد پر اسے کلی اختیار دے دے تاکہ اس کے اپنے پیرو کی کوئی دلچسپی اور اس کا کوئی دوسرا مقصد کسی وقت اس کے مقابلے میں نہ آکھڑا ہو۔ جس نسبت سے وہ پیرو یہ اختیار اپنے نصب العین کو دیتا ہے اسی نسبت سے وہ نصب العین اس پیرو کو اپنی فہرستِ عشّاق میں درجہ اور رتبہ دیتا ہے۔ ہر نصب العین کا پہلا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ جب وہ اپنے چاہنے والے کو بلائے، تو آنے والا اپنی متاعِ حیات کے سامنے آئے، اپنی جائیداد، اپنا مال، اپنے کاروبار، اپنے تعلقات، اپنی دوستیاں اور اپنے رشتے تمام اس نصب العین کی راہ میں جھونک دے۔ موقع آئے تو اپنے بیٹے پر تلوار کھینچ لے، اپنے گمراہ ماموں کو بھی راہ میں حائل دیکھ کر تلوار سے علیحدہ کرے۔ اپنے سرگراں باپ کے نیچے سے بھی فرش کھینچ لے، اپنے منحرف بیٹے کو بھی طوفانِ آب میں ڈوب جانے دے۔ اپنی سرکش بیوی کو بھی پتھراؤ کا شکار ہو جانے دے۔ اور اگر ضرورت پڑے تو خود بھی نارِ نمرود میں کود جائے۔ جب کیفیت یہ ہو تو ہر نصب العین اپنے ایسے پیرو کو اپنی آغوشِ عزت میں لینے کے لیے ہر وقت آمادہ رہتا ہے۔ تحریک جو عمومی تقاضے اپنے کارکن سے کرتی ہے۔ وہ تقاضے پورے کیے بغیر یہ ناممکن ہے کہ کوئی کارکن اس تحریک میں مقامِ افتخار پا سکے اور اگر کسی گھپھوڑ سے پا لے تو اس پر زیادہ عرصہ قائم رہ سکے، منافقت اور بناوٹ کے لیے کسی اجتماعی زندگی میں کوئی مستقل مقام نہیں ہوتا۔

زر ـــــــ زندگی کی عمومی ضروریات کو فراہم کرنے کا ذریعہ، خواہشاتِ نفس کی تکمیل کا ایک سبب اور حیاتِ انسانی کے حیوانی تقاضوں کو بہ سہولت پورا کرنے کا ایک آلہ ہے۔ نفس کی عام خواہشات ہر شخص کی اپنی ذات سے متعلق ہوتی ہیں اور ان کی تکمیل کی جدوجہد میں بھی وہ خود ہی ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ سوائے اس کے کہ اسے خارجی ماحول میں سے بعض ذرائع ممد ثابت ہو جائیں۔ یہ تقاضے صرف انسان کی ذات سے اپیل کرتے ہیں اور اسے آمادہ کرتے ہیں کہ انہیں پورا کرنے میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لے۔ اور بہتر سے بہتر ذرائع ان کی تکمیل کے لیے فراہم کرے۔ چنانچہ اگر انسان اپنی ذات کے ان حیوانی تقاضوں

پر ان کے جائز حقوق سے زیادہ توجہ دینے لگتا ہے تو ان تقاضوں کی فراہمی کے لیے جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت وہ محسوس کرتا ہے وہ زر ہے۔ انسانی زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے خوراک کی، اس کی نسل جاری رکھنے کے لیے جنسِ مخالف کی اور تھکا دینے والے کام کے مقابلے میں اپنی طاقت بحال رکھنے کے لیے آرام کی ضرورت ہوتی ہے۔ انہیں ایک معقول حد تک پورا کرنا، اپنے جسم کے ساتھ صحیح عدل ہے لیکن یہ تقاضے ایسے نہیں ہیں کہ اپنی کوئی انتہا رکھتے ہوں، بلکہ اگر انسان صرف انہیں کی تکمیل پر کمربستہ ہو جائے تو ساری دنیا کے ذرائع و وسائل بھی اس کے ان حیوانی تقاضوں کو مکمل تسکین نہیں بخش سکتے۔ جو لوگ ان تقاضوں کی تکمیل میں سرگرداں ہو جاتے ہیں۔ ان کا گوہرِ مقصود صرف روپیہ ہوتا ہے۔ اس لیے کہ یہی ان کی تکمیل کا واحد اور مشترک ذریعہ ہے۔

جو شخص روپے کے حصول میں زندگی کی تمام قوتیں سمیٹ کر مصروف ہو جائے اور اپنی تمام محنت، وقت اور ذہانت اس پر صرف کرنے لگے یقیناً اس نے اپنے حیوانی تقاضوں کو ان کے جائز حدود سے زیادہ حقوق دینے کا عزم کر لیا ہے اور ان کی جائز حدود سے آگے بڑھ کر انہیں پورا کرنے کی سعی میں مصروف ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ایک شخص زندگی کے ارفع اور بلند نصب العین کو چھوڑ کر اپنے دسترخوان کو وسعت دینے کے پیچھے لگ گیا، جنسی معاملات میں فطری حدود کو پھاند گیا اور آرام و آسائش میں معقولیت سے گذر گیا، گویا اس نے اعلان کر دیا کہ وہ اپنی خواہشاتِ نفسانی کو بہتر سے بہتر طور پر زیادہ سے زیادہ حد تک پورا کرنے کا عزم کر چکا ہے، ایسی حالت میں اس سے کسی معاشرے کے اجتماعی مفاد کے لیے شریفانہ اور معقول رویہ اختیار کرنے کی توقع رکھنا حماقت ہوتا ہے۔ ایسے آدمی کا مرکز اس کی اپنی ذات ہوتی ہے اور وہ ساری عمر اپنی ذات کی طرف ہی سفر کرتا رہتا ہے۔

اپنے حیوانی تقاضوں کو پورا کرنے کے شوق میں زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کا مشتاق شخص اکثر اوقات مجرد دولت کمانے کے جنون میں ہی مبتلا ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس صورت میں اس کا دولت کمانا محض تسکینِ ذوق کی بات ہوتا ہے۔ اسے اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ وہ روپیہ کہاں صرف ہوگا، کن مقاصد پر صرف ہوگا۔ اسے کون لوگ صرف کریں گے اور وہ کیونکر صرف ہوگا۔ اس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ دولت دن بدن اس کی تجوری میں بڑھتی جائے اور بنکوں میں اس کے حسابات پھولتے چلے جائیں۔

خواہش زر کا ابتدائی جذبہ ہی چونکہ احساسِ تحفظِ ذات کے تحت پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے اس جذبے

کی افزائش انسان میں شدید قسم کی انفرادیت پیدا کر دیتی ہے۔ ایک خوفناک قسم کی خود غرضی اور ایک مکروہ قسم کی سنگدلی انسان میں پرورش پانے لگتی ہے۔ انسان اجتماعی رشتے توڑ کر صرف اپنی ذات پر ہی اپنی ساری قوتیں اور اپنی ساری توجہات اور اپنی ساری محنتیں مرکوز کر دیتا ہے اسے "صرف" کی ہر مد سے نفرت اور "آمد" کی ہر مد سے الفت ہوتی ہے۔ صرف کی ہر مد سے نفرت کا جذبہ جیسے جیسے پرورش پاتا ہے ویسے ویسے اس کے ضمیر میں سے سوسائٹی اور معاشرے کے حقوق کے تانے بانے ٹوٹتے چلے جاتے ہیں، پہلے وہ اجتماعی خیر کے اداروں سے ہاتھ روکتا ہے، خیرات اور صدقات کے لیے اس کی مٹھی بھنچ جاتی ہے اور اگر اس کے گرد کوئی حساس معاشرہ موجود نہیں ہے جو اس کی بے راہ روی کو راست روی سے بدل سکے اور کوئی نظام حکومت ایسا نہیں ہے جو اس کے اندر پرورش پانے والے اس زہر کو اس کے اندر سے نکال سکے تو پھر اس کے مال میں سے محتاجوں کا حق سلب ہو جاتا ہے۔ اس کے قریبی رشتہ داروں کے حقوق مارے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے اپنے ہمسائے دوست، آشنا، ماں، باپ اور بیوی بچے تک اس کی مٹھی کو اپنے حقوق کے لیے کھول نہیں سکتے۔ ایسی حالت میں کسی معاشرہ کے اندر ایسا انسان ایک زہرناک سانپ ہوتا ہے جو صرف اپنی کنڈلی کے نیچے سب کچھ لے لینا چاہتا ہے اور جو اس سے حق طلبی کرتا ہے اس پر نفرت اور حقارت کی پھنکار مارتا ہے۔ ایسا معاشرہ جس کے کمزور اور پسماندہ افراد کو اس کی ضروریات کے حصول کی کوئی اخلاقی یا قانونی ضمانت نظام باطل کی طرف سے حاصل نہیں ہوتی۔ ایسے سرمایہ دارانہ نظام میں ایک طرف کمزوروں اور مفلسوں، غریبوں اور لاچاروں کے گروہ در گروہ دھکے کھاتے ہوئے نظر آتے ہیں تو دوسری طرف دولت پر سنپولیوں کے ڈھیر بنتے چلے جاتے ہیں جو بنکوں اور کارخانوں میں بیٹھے ہوئے صرف لوگوں کا خون چوسا کرتے اور اس کی نئی نئی تدابیر سوچا کرتے ہیں۔

ایسی شدید خود غرضی، ایسی زہرناک انفرادیت، اور ایسی تلخ انسان کشی اس معاشرے میں پیدا ہوتی ہے جو اخلاقی قدروں پر نہیں، بلکہ زر پرستی کے اصولوں پر تعمیر ہوا ہو۔ خود غرضی، مفاد پرستی، انفرادیت پسندی مادہ پرستی اور لذت پرستی کے سرمایہ دارانہ اصول حقیقت یہ ہے کہ زر پرستی خود ایک علیحدہ نصب العین ہے جسے اپنی زندگی کے لیے قبول کرنے والا ہر شخص صرف اپنی ذات کے فائدے کو ہی زندگی کی دوسری تمام قدروں پر ترجیح دیتا ہے، گویا ایک ایسا شخص جس نے حصول زر کو ہی مقصد زندگی قرار دے رکھا ہو کسی ایسی جدوجہد میں حصہ نہیں لے سکتا جو اس سے اس کے اوقات میں سے وقت مانگے۔ اس کے مال میں

سے مال مانگے، اس کی قوتوں میں سے قوتیں طلب کرے، اور اس کے ذرائع و وسائل میں سے اپنا حصہ وصول کرنا چاہے۔ زرپرست کو تو بنیادی طور پر صرف کی مد سے نفرت ہوتی ہے اور وہ جب تک زرپرست ہے اس وقت تک صرف کی کسی مد کو بھی وہ خوشی اور مسرت سے برداشت نہیں کر سکتا۔

ہر تحریک قربانی، جدوجہد صرفِ مال اور اتلافِ جان کا تقاضا کرتی ہے کوئی شخص بیٹھے ہوئے دل، ڈگمگاتے ہوئے قدموں، پریشان اور مذبذب دماغ اور بھینچی ہوئی مٹھیوں کے ساتھ کسی تحریک کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ ایک عاشقِ زر اپنی ذات سے خارج کسی مقصد کے لیے قربانی، جدوجہد، صرفِ مال یا اتلافِ جان کا تصور بھی نہیں کر سکتا اس لیے ایک زرپرست کے لیے ناممکن ہے کہ وہ کسی ایسی تحریک کا ساتھ دے سکے جو اس سے ایسے شدید تقاضے کرتی ہو۔ زیادہ سے زیادہ وہ سودا کر سکتا ہے اور کاروباری ذہنیت کے ساتھ کسی تحریک میں روپیہ (INVEST) لگا سکتا ہے اور وہ بھی نفع کے تمام دیگر امکانات دیکھ کر ہی وہ ایسا کرنے پر آمادہ ہوتا ہے، ممکن ہے کہ ایسے لوگ جو صرف ذاتی مقاصد کے لیے جدوجہد کر رہے ہوں وہ کسی سرمایہ دار سے ایسے سودے پر تیار ہو جائیں کہ " نصف الذی و نصف لکم" لیکن کسی اصولی تحریک کے علمبردار ایسے کھوٹے سکوں اور ایسے نفع کے دوستوں کو اپنی اجتماعی جیب کے قریب بھی پھٹکنے نہیں دے سکتے اس لیے کہ ابنِ زر تجوری کے سوا کسی کا بھی سگا نہیں ہوتا۔

ہم دنیا کی تحریکوں پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ زرپرستوں نے کبھی کسی تحریک کا ساتھ نہیں دیا اور نہ ہی ان کے کیریکٹر میں کبھی اتنی مضبوطی پیدا ہو سکی ہے کہ وہ کسی بلند نصب العین کے لیے حوادث اور آزمائشوں کی کھکھیڑ برداشت کر سکیں۔ اگر نفسیاتی پہلو سے غور کیا جائے تو کسی ابنِ زر کو کسی اُٹھنے والی تحریک کا ساتھ دینا بھی نہیں چاہیے۔ اس کے لیے بہت مشکل ہوتا ہے کہ حاضر مفاد کو کسی غائب نفع پر ترجیح دے سکے۔ ہر نظام کا اہلِ زر طبقہ اس نظام کا سب سے بڑا حامی اور مؤید ہوتا ہے اس لیے کہ اسے اس نظام کے وجود نے ہی منافعوں اور فائدوں اور مناصب و مرتبوں سے نوازا ہوتا ہے۔ اس لیے وقت کے غالب نظام سے سب سے زیادہ مطمئن یہی گروہ ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے میں کوئی تحریک اس وقت اٹھتی ہے جب کچھ لوگ کسی نظام کی بے انصافیوں، قہرمانیوں، اور بے عدلیوں سے پریشان ہو کر اسے بدلنا چاہتے ہیں اور اس کا وجود اپنے ضمیر کے خلاف پاتے ہیں۔ یہ گروہ اس نظام سے قطعی غیر مطمئن اور اسے اپنی زندگیوں کے لیے قطعی ضرر رساں سمجھتا ہے۔ اسے اپنے نظریۂ زندگی کے خلاف اور اسے اپنے معتقدات کے

کے مخالف پاتا ہے۔ پھر انہی بنیادوں پر چاہے وہ معاشی ہوں یا اخلاقی اور ایمانی، نسلی اور قومی ہوں یا اصولی اور معتقداتی، ان بنیادوں کے گرد اس نظام کے تحت رہنے والے تمام وہ غیر مطمئن لوگ جمع ہو جاتے ہیں، جو مشترک مقاصد کے ساتھ اس نظام کو اکھاڑ پھینکنے کا مشترک طریقِ کار رکھتے ہوں۔ چنانچہ ہوسکتا ہے کہ ایک نظام کو اکھاڑنے کے لیے بیک وقت کئی گروہ زور لگا رہے ہوں اور ان کے طریق کار مختلف ہونے کے سبب وہ علٰحدہ علٰحدہ پلیٹ فارموں سے کام کر رہے ہوں لیکن مشترک دشمن ہونے کے سبب ان کی ضربوں کا ہدف ایک ہی ہوتا ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کی تعمیر کے خاکے مختلف ہوں لیکن ان کی تخریب کے کھنڈرات یکساں ہوتے ہیں۔ وہ یکساں وجوہِ دل گرفتگی رکھتے ہیں فی الجملہ وہ نظامِ حاضر سے کسی نہ کسی صورت غیر مطمئن ہوتے ہیں۔

لیکن اہلِ زر طبقہ حاضر نظام سے کبھی غیر مطمئن نہیں ہوتا اس لیے کہ اسی نظام کے سائے میں اس کی تجوریوں کے پیٹ پھولے ہوتے ہیں اور ان کے بنکوں کے حسابات بڑھے ہوتے ہیں، اس طبقہ میں سے شاذ و نادر ہی کوئی ہوتا ہے جو تہہ دل سے اس نظام کو اکھاڑ پھینکنا چاہے جس کے نیچے اس کے محلوں کے کنگرے اور اس کی کوٹھیوں کے کورٹ یارڈ تعمیر ہوئے ہوتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اہلِ زر گروہ میں موجود الوقت نظام کے خلاف فطری طور پر ہی بغاوت کرنے کی نہ صلاحیت ہوتی ہے اور نہ اس کی حس ہوتی ہے اور نہ ان میں اس کا داعیہ پیدا ہوتا ہے۔

مارکس آوارگی میں یورپ کی خاک چھانتا رہا۔ اس کے نظریات کو پیٹ بھروں نے بھی پڑھا اور پسند کیا، لیکن وہ پسندیدگی کی حد تک ہی رہا اس نے اپنی زندگی کے تمام روشن دن اس نصب العین کے حصول میں صرف کر دیے جن پر وہ ایمان رکھتا تھا لیکن وہ کوئی محسوس تحریک نہ چلا سکا۔ لینن کالت کی زندگی چھوڑ کر تحریک کے بھنور میں کودا اور اس نے اس سے دریغ نہیں کیا کہ اسے مہینوں اور برسوں روپوشی کی پُرمشقت زندگی میں مصیبتیں جھیلنی پڑیں یا سائبیریا کے برفستانوں کو آباد کرنا پڑا اور نہ ہی اس کے ساتھیوں نے کبھی اپنی جدوجہد کے دوران آرام و آسائش کے خواب دیکھے، لیکن اس کشمکش کے دوران میں روس کا سارا مالدار طبقہ زار کے ساتھ ہی رہا۔ یہی وجہ تھی کہ تحریک کی کامیابی نے اس گروہ کے خلاف اتنے شدید انتقامی جذبے کا اظہار کیا کہ جس کی دردناک اور وحشتناک تاریخ انقلاباتِ عالم میں نمایاں ہے۔

انقلابِ فرانس میں سارا زور مالدار طبقے کے خلاف تھا اور اہلِ زر کی زیادتیوں کا یہ ردِ عمل ہوا کہ جو سفید اور باوضع لباس میں بھی نظر آیا اسے مالدار کہہ کر گولی مار دی گئی اس تحریک میں بھی اہلِ زر کا قدم انقلاب پسندوں کے ساتھ نہ تھا۔ انگلینڈ کی ساری تاریخ میں ہاؤس آف لارڈز نے کبھی جمہوری تحریکوں کا ساتھ نہ دیا۔

اسلام بھی اپنے دائرے میں ایسے ہی لوگوں کو لینا پسند کرتا ہے جو تحریک کے عمومی تقاضوں کو پورا کرنے کی اہلیت رکھنے کے ساتھ ساتھ اس تحریک کے خصوصی اور اخلاقی تقاضوں کو بھی سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی ہمت و صلاحیت رکھتے ہوں۔ کسی تحریک کا ساتھ دینا تھڑدلوں اور منفعل مزاج افراد کا کام نہیں ہوتا اور نہ ان لوگوں کا کام ہوتا ہے جنہوں نے ذاتی مفاد کے بت کو اپنے دل کی سب سے اونچی جگہ پر بٹھا رکھا ہو۔ ایک تحریک کبھی یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ اس کی صفوں میں ایسے لوگوں کا گذر ہو جو قربانی و جاں سپاری کی صفات سے عاری ہوں اور فاطرِ کائنات انسانی فطرتوں کا خالق خوب جانتا ہے کہ کونسی چیز ہے جو انسان کے قدموں کو بوجھل، اس کے ارادوں کو متزلزل، اس کے حوصلوں کو پست رفتار اور اس کی پرواز کو کوتاہ کر دیتی ہے۔ چنانچہ قرآن نے وہ زہر کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں جو کسی اسلامی تحریک کے افراد کو بے جان و بے کار کر دینے والے ہوتے ہیں اور عام مسلمانوں کو آگاہ کر دیا ہے کہ حُبِّ زر اور حُبِّ اللہ میں کوئی قدرِ مشترک تلاش نہیں کی جا سکتی۔

چنانچہ دنیا کے سب سے بڑے اخلاقی انقلاب کی اسلامی تحریک پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو اس تحریک کے افراد میں بھی ہمیں اہلِ زر طبقے کے افراد خال خال ہی نظر آتے ہیں اور جو دکھائی دیتے ہیں ان کے نزدیک روپیہ کوئی قابلِ عزت چیز نہیں ہے بلکہ وہ اسے یوں لٹاتے ہیں جیسے صحن سے مٹی کے ڈھیر اٹھوا دیئے جاتے ہیں اس تحریک کے داعیوں میں سے کسی کے دل میں بھی زر کی اہمیت پرِ کاہ کے برابر نظر نہیں آتی وہاں جو کچھ قیمتی ہے وہ صرف خدا خوفی اور خشیت الٰہی ہے۔ دیانت، تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔ حُبِّ اللہ اور اطاعتِ رسول ہے۔ اس سے بڑی قیمتی چیز اس انقلابی سوسائٹی میں اور کوئی نظر نہیں آتی۔ وہ روپے کے عوض انسانی ضمیر اخلاق اور تقویٰ بیچتے ہوئے نظر نہیں آتے۔ وہاں روپے کی قیمت دین و ایمان نہیں ہے بلکہ وہ مادی استعمالی چیزوں میں سے ایک چیز ہے اور وہ کچھ ایسی اہم بھی نہیں ہے کہ وہ جدھر ہو اسی کا وزن زیادہ ہو جائے اس تحریک کے داعی حاکمیتِ الٰہی کے اعلان کے مقابلے میں بڑی سے

بڑی پیشکش کو ٹھکرا دیتے ہیں اور دولت کے انباروں اور بادشاہت کے لالچوں کے مقابلے میں صاف صاف اعلان کر دیتے ہیں کہ:

"خدا کی قسم اگر تم میرے ایک ہاتھ میں سورج اور ایک ہاتھ میں چاند بھی لا کر رکھ دو تو میں اس دعوت سے باز نہ آؤں گا"

چنانچہ ایسے گروہ کی فراہمی کے لیے جو بنیادی ہدایات دی جا رہی ہیں وہ صاف صاف بتلاتی ہیں کہ زر کو زندگی کا مقصود بنانے والوں کے لیے اس تحریک میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ چنانچہ بار بار اسی رگ پر ضرب لگائی گئی ہے جو انسان کو نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے ہر بلند مقصد سے پہلو تہی کرنے پر مجبور کرتی رہتی ہے۔

"تم نیکی کے مقام کو نہیں پا سکتے جب تک کہ وہ چیزیں خدا کی راہ میں قربان نہ کرو جن سے تم کو محبت ہے۔" (قرآن)

"جو لوگ دل کی تنگی سے بچ گئے وہی فلاح پانے والے ہیں" (قرآن)

"اے ایمان والو مال و اولاد کی محبت تم کو خدا کی یاد سے غافل نہ کر دے جو ایسا کرے گا وہ خود ٹوٹے میں رہنے والا ہے" (قرآن)

اسی طرح تحریک کی رہنمائی کی جا رہی ہے اور چن چن کر ان جراثیم کی نشان دہی کی جا رہی ہے جو کردار کو کھوکھلا، تحریک کو کمزور اور اس کی منزل کو دھندلکوں میں محو کر دینے والے ہیں۔

"شیطان تم کو ڈراتا ہے کہ تم خرچ کرو گے تو فقیر ہو جاؤ گے وہ تمہیں شرمناک چیز یعنی بخیلی کی تعلیم دیتا ہے" (قرآن)

"اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھ سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو کہ راہِ خدا میں خرچ نہ کرنے کے معنی ہلاکت اور بربادی کے ہیں" (قرآن)

"ہر اس طعن باز نکتہ چین پر تباہی ہے جس نے دولت سمیٹی اور اسے گن گن کر رکھا اور سمجھتا ہے کہ اس کی دولت ہمیشہ اس کا ساتھ دے گی۔" (قرآن)

یہاں اس سرمایہ دارانہ ذہنیت کی پوری پوری نشاندہی کر دی گئی ہے جو تحریکوں کے لیے زہر قاتل ہے

"اور جو لوگ سونے چاندی کے خزانے جمع کر رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں صرف

نہیں کرتے۔ ان کو عذابِ الیم کی خوشخبری سنا دیجئے (قرآن)

اور وہ خوشخبری یہ ہے۔

"سونے چاندی کی ٹکیوں کو تپا تپا کر ان سے ان کی پیشانیوں کو داغا جائے گا" (قرآن)

تحریک کی ضرورتوں کو جانتے ہوئے بھی بخل کرنے والوں کے متعلق فرمایا

"کنجوسوں کے متعلق یہ نہ سمجھو کہ اللہ نے ان کو جو مال دے رکھا ہے وہ ان کے لیے مفید ہے نہیں وہ ان کے لیے مُضر ہے۔ قیامت کے دن اُن کی کنجوسی کا سارا حاصل طوق بنا کر ان کی گردنوں میں لٹکایا جائے گا"۔ (قرآن)

جو زر کو تحریک کے مقاصد سے عزیز رکھتے ہیں، ان سے کہا گیا۔

"سُن رکھو تم لوگ ایسے ہو کہ تم کو راہ خدا میں خرچ کرنے کے لیے کہا جاتا ہے تو تم میں سے بہت سے لوگ بخل کرتے ہیں اور جو کوئی اس کام سے بخل کرتا ہے وہ خود اپنے ہی لیے بخل کرتا ہے اللہ تو غنی ہے تم ہی اس کے محتاج ہو۔ اگر تم نے خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے منہ موڑا تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئے گا جو تم جیسے نہ ہوں گے" (قرآن)

قرآن کی تصریحات کے ساتھ تحریک کے داعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صاف صاف صراحت فرما دی۔

"وہ لوگ خسارے میں ہیں خدا کی قسم وہ لوگ خسارے میں ہیں جو یوں اور یوں (دائیں بائیں) خرچ نہیں کرتے" (حدیث)

تحریک کے لیڈروں نے اہلِ زر کی سی خصوصیات اور ان کے سے رجحانات پیدا ہونے سے تحریک کے افراد کو سختی سے روکا۔ عاملینِ حکومت کو ہدایات دیتے ہوئے حضرت عمرؓ نے ان رجحانات کی پوری پوری نشاندہی کی اور ان سے پورے طور پر روکنے کی کوشش کی فرمایا کہ:

عہد کرو کہ:

۱۔ تم ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہو گے۔

۲۔ باریک امیرانہ لباس نہ پہنو گے۔

۳۔ میدے کی روٹی نہ کھاؤ گے۔

۴۔ دروازے پر دربان نہ رکھو گے اور اہل حاجت کے لیے دروازہ ہمیشہ کھلا رکھو گے۔ چنانچہ جب گورنر مصر عیاض بن غنم کے متعلق ایسی شکایت سُنی تو انہیں پکڑ بلوایا اور ان کو کھردرا لباس پہنا کر بکریاں چَرانے کا حُکم دیا۔

حضرت سعدؓ بن وقاص نے عالیشان مکان کی ڈیوڑھی بنائی تو آدمی بھیج کر اسے آگ لگوا دی۔

اور اسی طرح اہلِ زر کی سی خصوصیات پیدا ہونے سے تحریک کے افراد کی سختی سے نگرانی کی اس لیے کہ ان صفات کے پیدا ہونے کے معنی ہی یہ ہیں کہ انسان حق سے مداہنت برتے اور ذاتی مفاد کا دیوانہ ہو کر رہ جائے۔

اسلام نے اپنے قانون کے ذریعے بھی اہلِ زر کی سی قباحتیں اور ان کا ایک طبقہ پیدا ہونے سے اپنے معاشرے کو بچانے کی پوری کوشش کی ہے۔ اس نے قانونِ وراثت سے دولت کے دائمی سمٹاؤ کو شدت سے روکا ہے۔ اس نے زکوٰۃ، صدقہ، خیرات، حقوقِ اقربا، حقوقِ والدین، ہمسائے، اہل محلہ اور پوری سوسائٹی کے حقوق مقرر کر کے دولت والوں کے خزانوں کی بے شمار نالیاں نکال دی ہیں اور اس نے دولت جمع ہونے کے سب ناجائز راستے بند کر دیئے ہیں۔ اس نے اہلِ محنت کے حقوق متعین کر کے اس سرمایہ دارانہ ذہنیت کا قلع قمع کر دیا ہے جو مزدور کی ساری طاقت چوس کر بھی اسے باعزت روٹی دینے پر آمادہ نہیں ہوتی اور اس طرح تحریک کو اہلِ زر کی سی خصوصیات کے مفاسد سے پوری قوت سے بچایا ہے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اگر اس تحریک میں خال خال کوئی اہلِ زر کہلا سکتا ہے تو وہ زر پرستی کی خصوصیت سے پوری طرح پاک ہے۔ موقع پیش آتا ہے تو وہ پوری پوری فوج کے لیے اونٹ اور گھوڑے اور سامانِ رسد فراہم کر دیتا ہے۔ موقع آتا ہے تو وہ اسلام کے لیے اپنا سارا اثاثہ لا کر راہ میں ڈال دیتا ہے۔ موقع آتا ہے تو وہ حبش کی طرف ہجرت کرتا ہے۔ موقع آتا ہے تو وہ سب کچھ لٹا کر مطمئن ہوتا ہے کہ اس نے سب کچھ پا لیا ہے۔ وہ دولت کا پجاری نہیں صرف اللہ کا بندہ نظر آتا ہے۔

اسلام بنیادی طور پر زر کو کوئی اہمیت نہیں دیتا وہاں صرف جذبے، اخلاص اور عمل کو اہمیت حاصل ہے جس وقت تحریک کے کارکن خدا کی راہ میں اپنے مال و زر کو ڈھیر کر دیتے ہیں تو تحریک کا داعی ایک مخلص کارکن کی مزدوری کے دو سیر چھوہارے لے کر اس سارے انبارِ اسباب پر یہ کہتے ہوئے چھڑکتا ہے کہ "یہ اپنی اہمیت کے لحاظ سے ان سب پر حاوی ہیں" اس لیے کہ اس نے اپنی عام امداد کے ساتھ ان چھوہاروں کے لیے خاص طور

پر اپنے آرام کے اوقات کو قربان کر کے رات بھر مزدوری کی ہوتی ہے۔ اور اس مشقت کے عوض میں جو اسے ملا ہوتا ہے وہ لاکر خدا کی راہ میں ڈال دیتا ہے اس لیے یہ اثاثہ جو خلوص و محبت اور حسن نیت کا بہترین نمونہ ہے۔ ان سارے سامانوں پر اپنی معنویت کے لحاظ سے فضیلت رکھتا ہے۔

آج بھی اسلام کی سربلندی کی جدوجہد میں ایسے ہی لوگوں کی ضرورت ہے اور ایسے ہی لوگ دنیا میں کچھ کر سکتے ہیں جو آرام، مفاد، زر اور نظامِ موجود سے وابستہ تمام توقعات سے اپنی پہلی فرصت میں دست بردار ہوں۔ اپنے حال سے ساری امیدیں اٹھا رکھیں۔ اپنے اسباب راہ حق میں لٹانے کے لیے باندھ رکھیں اور اپنے سینے چھلنی کروانے کے لیے مشیتِ الٰہی سے ثابت قدمی کی توفیق مانگ رکھیں جو بھوک اور پیاس اور بے بسی اور بے چارگی کی رفاقت کا مزہ چکھنے کا عزم کر رکھیں اور جو اپنی شدید سے شدید محنتوں سے کم سے کم معاوضوں کو بھی خدا کی راہ میں دینے کے بعد مزید محنتوں کے سرمائے اس راہ میں لٹانے پر اپنے دلوں میں آمادگی پیدا کر سکیں۔ ایسے ہی لوگ ہوں گے جو ایک نظام کو الٹ کر ایک دوسرے نظام کی بنیاد ڈالیں گے اور ایسے ہی لوگ ہوں گے جو دنیا بھر کی کھکھیڑ سہہ کر بھی امیدوں کے تمام سہارے ایک حق سے ہی وابستہ رکھ سکیں گے۔

جن لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہو کہ وہ مسلط نظام کے ساتھ اپنی مصالحتیں اور عہد و پیمان بھی نبھائیں اور اس کی دل نواز ہواؤں میں اپنی کشتیوں کے بادبانوں کو بھی اڑائیں۔ ان کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے دلوں کو انقلابی تصورات کے خلجان میں ڈالیں، ان کے لیے یہی موزوں ہے کہ اپنے مفاد کی پرستش کرتے ہوئے مُصلیانہ شکل و صورت بنائے رکھیں اور جب آنے والا انقلاب آجائے تو وہ بھی اپنا دامن امید اٹھائے ہوئے آشامل ہوں اور آکر کہیں کہ ہم بھی نظامِ اسلامی کے عشق میں مبتلا تھے اور آپ کی سرگرمیوں سے دل ہی دل میں پورا پورا اتفاق رکھتے تھے۔